[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

میں یا خاص تخلیق پر دوسروں سے سبقت لے جانے والوں کو دیئے جاتے ہیں' مثلاً شاہ فیصل عالمی ایوارڈ' اور اسی طرح کے وہ ایوارڈ جو حکومت یا ادارے یا افراد ان لوگوں کے لئے رکھتے ہیں' جو خیر کے میدانوں میں جائز طریقے سے دوسروں سے آگے بڑھتے ہیں۔ نبی پاک ﷺ سے ثابت ہے کہ انہوں نے گھوڑوں کے مقابلے کروائے اور جیتنے والوں کو کچھ بطور انعام دیا(۱) اور اسی طرح ان صحابہ ؓ کو ان کی حوصلہ افزائی کے لئے قطعات اراضی دیئے جنہوں نے اسلام اور مسلمانوں کے لئے خدمات سرانجام دیں۔(۲) اس شکل میں انعامات کے حصول میں وہ حضرات شامل ہوتے ہیں جو مخصوص شرائط کے حامل ہوتے ہیں' اگر کوئی شخص انعام کے مستحق ہونے کی شرائط پوری کرتا ہے' جس کا تعین ایک مخصوص کمیٹی کرتی ہے تو انعام اسی کو دیا جاتا ہے اور اس میں کوئی حرج یا اختلاف نہیں۔

رہا دوسری شکل کا مسئلہ جس کی دو قسمیں ہیں' اور جس کے بارے میں پوچھا جاتا ہے تو ہم ان دونوں قسموں کے درمیان فرق کرتے ہوئے مجمل جواب بیان کرتے ہیں:

پہلی قسم

ان انعامات کی پہلی قسم کے حرام ہونے میں کوئی شک نہیں اس صورت میں ایک شخص اپنے پیسوں سے (تھوڑے ہوں یا زیادہ) ٹوکن خریدتا ہے تاکہ مقررہ انعام کے حصول کے لئے قرعہ اندازی میں شریک ہو سکے خواہ یہ انعام گاڑی ہو یا سونا یا نقدی ہو یا کوئی اور چیز۔

یہ صرف حرام ہی نہیں بلکہ گناہ کبیرہ ہے کیونکہ یہ جوا (میسر) ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے شراب کے ساتھ کیا ہے، اور یہ دونوں گندے شیطانی کام ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

یایھا الذین امنوا انما الخمر والمیسر والأنصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون۔ (المائدہ ۵:۹۰)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو، یہ شراب اور جوا اور یہ آستانے اور پانسے، یہ سب گندے شیطانی کام ہیں، ان سے پرہیز کرو، امید ہے کہ تمہیں فلاح نصیب ہوگی۔''

امام محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا سن ولادت ۱۵۰ ہجری اور سن وفات ۲۰۴ ہجری ہے ☆

اور ارشاد ہے: ''یسئلونک عن الخمر والمیسر ط قل فیھما اثم کبیر ومنافع للناس واثمھما أکبر من نفعھما'' (البقرۃ ۲:۲۱۹)

''پوچھتے ہیں: شراب اور جوئے کا کیا حکم ہے؟ کہو: ان دونوں چیزوں میں بڑی خرابی ہے اگرچہ ان میں لوگوں کے لئے کچھ منافع بھی ہے مگر ان کا گناہ ان کے منافع سے بہت زیادہ ہے۔''

جوئے میں فریقین میں ایک فریق کو ضرور نقصان پہنچتا ہے اور یہاں ہم دیکھتے ہیں کہ ہزاروں یا لاکھوں یا کروڑوں لوگ بین الاقوامی لاٹری میں ہار جاتے ہیں اور صرف ایک شخص جیتتا ہے۔ اسلام نے اس قسم کے جوئے کو حرام قرار دیا ہے کیونکہ اس طرح لوگوں کو عادت پڑ جاتی ہے کہ وہ بغیر کسی محنت اور جدوجہد کے پیسے کمائیں۔ وہ انتظار کرتے رہتے ہیں کہ قسمت کی دیوی مہربان ہو کر انہیں راتوں رات امیر بنا دے۔

یہ راستہ بلاشبہ اس سے بالکل مختلف ہے جو کائنات اور شریعت میں اللہ تعالیٰ نے سلیم الطبع لوگوں بتایا ہے کہ فامشوا فی مناکبھا وکلوا من رزقہ (الملک ۶۷:۱۵)

''چلو اس زمین کی چھاتی پر اور کھاؤ اللہ کا رزق''

فانتشروا فی الاض وابتغوا من فضل اللہ (الجمعۃ ۶۲:۱۰)

''زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو''

غرض یہ کہ اس کے حرام ہونے کے بارے میں کسی عالم کو شک نہیں ہے۔ خواہ اس طرح کمائی ہوئی رقم بھلائی کے کاموں پر خرچ ہو، یتیموں اور اپاہج یا غریبوں پر یا اسی طرح کے کسی اور اچھے کام پر خرچ ہو، پھر بھی حرام ہے۔

اسلام ہرگز اجازت نہیں دیتا کہ برائی کے ذریعے سے بھلائی حاصل کرنے کی کوشش کی جائے یا باطل سے حق کی مدد کی جائے۔ اسلام کا ہمیشہ سے یہ اصول رہا ہے کہ ''نیک مقصد اور پاک ذریعہ'' چنانچہ نیک مقصد کے حصول کے لئے صرف پاک وصاف ذریعہ اپنانے کی اجازت

☆ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا سن ولادت ۱۶۴ ہجری اور سن وصال ۲۴۱ ہجری ہے ☆

دیتا ہے اور اس اصول کو رد کرتا ہے کہ مقاصد وسائل کو جائز بنا دیتے ہیں۔

ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ: **ان اللہ طیب لایقبل الاطیباً (۳)**

''اللہ پاک ہے اور صرف پاک ہی کو قبول کرتا ہے''

اور دوسری حدیث جسے امام احمد نے ابن مسعودؓ سے روایت کیا ہے اس میں نبی ﷺ فرماتے ہیں: **ان اللّٰہ لایمحو السیء بالسیء ولکن یمحو السیء بالحسن ، ان الخبیث لایمحو الخبیث (۴)**

''بے شک اللہ برائی کو برائی سے نہیں ختم کرتا بلکہ برائی کو بھلائی سے ختم کرتا ہے اور گندگی، گندگی کو ختم نہیں کرتی۔''

اور ہمارے علماء کہتے ہیں: جو شخص حرام دولت کما کر اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص خباثت اور غلاظت کو پیشاب سے پاک کرنا چاہتا ہے، درحقیقت وہ اس کو مزید گندا اور غلیظ بناتا ہے۔

دوسری قسم

اس میں ایک شخص کوئی چیز خریدنے کے عوض میں یا کوئی میچ دیکھنے کے لئے ٹکٹ خریدتے ہوئے یا کوئی اور چیز خریدتے وقت کوپن حاصل کرتا ہے۔

ہمارے زمانے کے علماء کے درمیان اس کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے، بہت سارے علماء اس قسم کے معاملے کو جائز قرار دیتے ہیں، لیکن میں نے اس سلسلے میں سے کسی کی کوئی تحقیق نہیں پڑھی، ان میں سے بعض یہ کہتے ہیں کہ دنیاوی معاملات میں اصل یہ ہے کہ جائز ہوتے ہیں جب تک کوئی صریح اور صحیح نص نہ مل جائے کہ یہ معاملہ حرام ہے۔

مجھے پتہ چلا ہے کہ علامہ الشیخ عبدالعزیز بن باز نے اس قسم کے انعامات کو حرام قرار دیا ہے لیکن میں ان کا فتویٰ پڑھ نہیں سکا اور یہ میری کوتاہی ہے۔

پہلے میری رائے یہ تھی کہ یہ کراہت کے ساتھ جائز ہے، لیکن اب میرے نزدیک یہ بہت ساری وجوہات کی بنا پر حرام ہے:

کیا آپ کو معلوم ہے کہ: ☆ قانونِ شریعت ہی کا دوسرا نام فقہِ اسلامی ہے ☆

۱۔ اس میں جوئے کی بو ہے

یہ معاملہ اگر چہ بعینہ جوا نہیں ہے' لیکن اس میں جوئے کی بو ہے کیونکہ اس میں بھی قسمت پر اعتماد کیا جاتا ہے' سعی وجد و جہد پر نہیں۔اس میں اللہ تعالیٰ کی سنت کے مطابق' اسباب ومسببات کے نظام اور اللہ کے جائز کردہ اعمال مثلاً زراعت' صنعت' تجارت یا کوئی اور جائز پیشہ پر نہیں بلکہ قسمت پر اعتماد ہوتا ہے اور ایسا کرنے والا اس انتظار میں ہوتا ہے کہ آسمان سے اس پر کوئی ایسا انعام نازل ہو جو اس کو غربت سے نکال کر خوشحال بنادے اور ذلت کے بعد عزت دے اور وہ بغیر کسی محنت یا مشقت کیے اور بغیر کچھ دیئے امیروں میں شامل ہو جائے۔اسلام پسند نہیں کرتا کہ بغیر کسی محنت کے صرف قسمت پر اعتماد کر کے دولت کمائی جائے اور یہ رویہ اپنے پیروکاروں کے لئے پسند نہیں کرتا ہے بلکہ اسلام تو اپنے پیروکاروں کے لئے یہ پسند کرتا ہے کہ وہ محنت کریں' راستہ آسان ہو یا مشکل۔

اس لئے رسول اللہ ﷺ نے ''چوسر'' حرام قرار دیا ہے۔اس سلسلے میں نبی ﷺ فرماتے ہیں:

من لعب النرد فقد عصى الله ورسوله (۵)

''جس نے چوسر کھیلا اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی''

اور فرماتے ہیں:

من لعب النرد شير فكانما صبغ يده فى لحم خنزير ودمه (۶)

''اور جس نے چوسر کھیلا گویا اس نے اپنے ہاتھ سور کے گوشت اور اس کے خون سے آلودہ کیا''

کیونکہ اس کھیل کی بنیاد قسمت پر ہے اور اس میں عقل اور جسم کا کوئی تعلق نہیں۔

شطرنج کے حرام ہونے کے بارے میں صحیح حدیث ہمارے پاس نہیں پہنچی کیونکہ اس

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ : تمام لوگ فقہ میں امام ابو حنیفہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے پروردہ ہیں

میں چوسر کے برخلاف سوچا جاتا ہے اور ذہن کو لڑایا جاتا ہے اور جنہوں نے شطرنج کو حرام قرار دیا ہے انہوں نے دوسری وجوہات کی بناء پر ایسا کیا ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ شطرنج اللہ کے ذکر سے، نماز اور فرائض کی راہ میں رکاوٹ بنتا ہے۔

۲۔ یہ اخوت کے منافی ہے اور اس سے خودغرضی کو فروغ ملتا ہے

اس قسم کے معاملے سے انسان کے اندر خودغرضی اور انانیت پیدا ہوتی ہے، یہ مغربی سرمایہ دارانہ نظام کا نتیجہ ہے، جس کا پہلا رجحان یہ ہوتا ہے کہ وہ خود پسندی کو تقویت دیتا ہے کہ میرا فائدہ ہو چاہے اس سے دوسروں کا حق مارا جائے یا ان کو مالی یا اخلاقی نقصان پہنچے۔

یہی سرمایہ دارانہ نظام کی پہچان ہے کہ اس میں خوفناک مقابلہ ہوتا ہے جس میں تاجر کوئی پرواہ نہیں کرتا کہ اس کی روش سے کتنے لوگ تباہ ہوتے ہیں۔ اس نظام کے تحت تجارت کے پنجے تیز اور دانت نوکیلے ہوتے ہیں جس سے وہ چیر پھاڑ بھی کرتی ہے اور قتل بھی کر سکتی ہے اور قتل ہونے والے پر رحم بھی نہیں کرتی۔

اسی لئے ہم دیکھتے ہیں ہر ایک کی کوشش ہوتی ہے کہ پبلسٹی، لالچ اور اشتہارات کے ذریعے سے گاہکوں کو اپنی طرف کھینچ لے، خواہ دوسروں کے گھر تباہ و برباد ہو جائیں۔ ان میں سے ہر ایک کا یہ نعرہ ہے کہ میں زندہ رہوں خواہ باقی سب مر جائیں۔ یہ رجحان مسلمانوں کے رجحان سے بالکل مختلف ہے، اسلام ہمیں سکھاتا ہے کہ اپنے مفاد کی خاطر دوسروں کو نقصان نہیں دینا چاہیے، خود کو اور دوسروں کو نقصان سے بچاؤ ہمیں قرآن سکھاتا ہے کہ:

وتعاونوا علی البر والتقوی ولاتعاونوا علی الثم والعدوان (المائدہ ۵:۲)

"جو کام نیکی اور خدا ترسی کے ہیں ان میں سب سے تعاون کرو اور جو گناہ اور زیادتی کے کام ہیں ان میں سے کسی سے تعاون نہ کرو" اور

ویوثرون علی انفسهم ولو کان بهم خصاصة (الحشرہ ۵۹:۹)

"اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں خواہ اپنی جگہ خود محتاج ہوں"

☆ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا سنِ ولادت ۸۰ ہجری اور سن وفات ۱۵۰ ہجری ہے ☆

اور ہمیں رسول اکرم ﷺ سکھاتے ہیں کہ:

لایومن احد کم حتی یحب لا خیہ مایحب لنفسہ (متفق علیہ) (۷)

''اس وقت تک تم میں سے کوئی سچا مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لئے وہی چیز پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے''

بعض اسلامی ممالک میں ۔۔۔۔ اور یہ بات زیادہ پرانی نہیں ہے ۔۔۔۔۔۔ یہ ہوتا تھا کہ جب کوئی تاجر دیکھتا تھا کہ زیادہ گاہک اسی کے پاس آتے ہیں اور پڑوسی دکاندار کے پاس کوئی نہیں جاتا تو وہ اپنے گاہکوں کو کہتا تھا کہ وہ ساتھ والی دکان سے خریدیں کیونکہ اس کے پاس بھی وہی سامان ہے اور بعض جب یہ دیکھتے تھے کہ انہوں نے اتنا کمالیا ہے جتنا اس کے اور اس کے بچوں کے لئے کافی ہے، اپنی دکان بند کردیتے تھے تاکہ اپنے پڑوسی دکانداروں کو کمانے کا موقع دیں۔

کہاں وہ ایثار و قربانی کی روح اور کہاں یہ خودغرضی کا عالم جس میں ہر ایک کو صرف اپنی فکر ہوتی ہے خواہ دوسرے مرہی کیوں نہ جائیں۔ اس خودغرضی اور لالچی بازار میں چھوٹے تاجر کیسے زندہ رہ سکتے ہیں؟ ان کو تو بڑے تاجر اپنے پاؤں تلے روند دیتے ہیں، کیونکہ چھوٹے تاجر اوروں کی طرح لوگوں کو اس قسم کے بڑے بڑے انعامات نہیں دے سکتے۔

۳۔ تمام صارفین پر ظلم

ان بڑے انعامات کی قیمت اصل میں تو سارے صارفین ہی سے لی جاتی ہے کیونکہ تاجر جو چیز اسی یا نوے روپے کی بیچ سکتا ہے لیکن وہ یہی چیز سو روپے بیچتا ہے اور اس میں سے دس یا بیس روپے نکال لیتا ہے، یہ رقم جو ہزاروں یا لاکھوں صارفین سے لی جاتی ہے اسی سے قیمتی انعام خریدا جاتا ہے جو آخر میں صرف ایک شخص کو ملتا ہے اور باقی سب کی خواہش ادھوری رہ جاتی ہے۔

اگر غور سے دیکھا جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تاجر نے چیز مہنگی بیچ کر سارے صارفین پر ظلم کیا اور صرف ایک شخص کے ارمان پورے کئے جس کے بدلے میں اس نے کوئی محنت

☆ امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت سن ۹۳ ہجری میں اور وفات ۱۷۹ ہجری میں ہوئی ☆

نہیں کی تھی۔

کہا جا سکتا ہے کہ سب اس پر راضی تھے۔ میں کہتا ہوں کہ جوا بھی فریقین کی رضامندی کے ساتھ ہوتا ہے اور سود میں بھی فریقین ہمیشہ راضی ہوتے ہیں مگر اہل بصیرت اچھی طرح جانتے ہیں کہ یہ رضامندی ظلم کی نفی نہیں کرتی۔

یہ نہیں کہا جا سکتا کہ بڑے انعام کی قیمت تجارت سے کمائے ہوئے مال سے نکالی جاتی ہے اور صارفین سے کچھ نہیں لیا جاتا کیونکہ یہ بات صحیح نہیں ہے، درحقیقت تاجر ایک مخصوص منافع یا سرمائے کی اصل رقم کا کچھ فیض پہلے سے اپنے لئے مقرر کر لیتا ہے اور سب سے پہلے اس کو اسی کی فکر ہوتی ہے اور وہ اسے حاصل کر کے ہی رہتا ہے۔ رہا ان انعامات کی قیمت کا مسئلہ تو اس کا منافع سے کوئی تعلق نہیں اور تاجر اسے اس لئے مقرر کرتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ صارفین کو لالچ دے کر خریدنے پر اکسایا جائے۔ کسی چیز کی تشہیر اور مارکیٹنگ کے لئے صحیح اور جائز طریقہ یہ ہے کہ اس کو جتنا اچھا بنایا جا سکتا ہو اتنا اچھا بنایا جائے، پھر اسے جتنا سستا بیچا جا سکے اتنا ہی سستا بیچا جائے تاکہ لوگوں کے لئے آسانی ہو، خاص طور پر ان کے لئے جن کی مالی حالت اچھی نہیں ہے۔ ان انعامات کے ذریعے سے جو چیز بیچی جاتی ہیں ان کی تشہیر کا چیز سے کوئی نہیں ہوتا، ان کی تشہیر کا چیز کے اچھا ہونے یا سستا ہونے سے بھی کوئی واسطہ نہیں ہوتا۔ یہی سرمایہ دارانہ نظام کا افسوسناک شیوہ ہے کہ اس نظام میں تیس فیصد کے لگ بھگ صرف تشہیر پر خرچ کیا جاتا ہے جو بالآخر صارفین کے کندھوں کا بوجھ بنتا ہے اور ہم اسی چیز کے خلاف ہیں۔

۴۔ اس سے لوگوں کو اسراف پر اکسایا جاتا ہے

اس قسم کے بڑے انعامات مقرر کرنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ لوگ چیزیں کثرت سے خریدیں چاہے ان کو حقیقی ضرورت نہ بھی ہو اور یہ مغربی سرمایہ دارانہ نظام کا رجحان ہے، حتی کہ اس تہذیب کا شیوہ یہ بن گیا ہے کہ زیادہ سے زیادہ خرچ کرو اور عیاشی کرو۔

ان لوگوں کی سوچ اور طریقہ ہم سے بالکل مختلف ہے۔ ہمارا طریقہ خرچ کرنے

امام محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا سن ولادت ۱۵۰ ہجری اور سن وفات ۲۰۴ ہجری ہے ☆

میں اعتدال اور قناعت پر قائم ہے اور اس میں اسراف کو حرام سمجھا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

و کلوا و شربوا و لا تسرفوا انه لا یحب المسرفین (الاعراف:۳۱)

''اور کھاؤ پیو اور حد سے تجاوز نہ کرو' اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا''

اور فرماتے ہیں: **والذین اذا انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا و کان بین ذلک قواما** (الفرقان ۳۱:۶۷)

''اور وہ لوگ جو جب خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں نہ بخل' بلکہ ان کا خرچ دونوں انتہاؤں کے درمیان اعتدال پر قائم رہتا ہے''

اور حضرت عمرؓ کہا کرتے تھے کہ: کیا جب تم کو ضرورت ہو خرید لیتے ہو؟!'' یہ ہے ہمارا طریقہ' اور ان کا طریقہ یہ ہے کہ لوگوں کو لالچ دے کر خریدنے میں اسراف پر اکسایا جائے اور ضرورت پر اکتفا نہ کیا جائے یہاں تک کہ بعض لوگ قرض لے کر یا پھر قسطوں پر چیزیں خرید کر اپنے اوپر بوجھ ڈال لیتے ہیں' جس کو وہ بعد میں برداشت نہیں کر سکتے۔ یہ سب دلفریب اشتہارات اور بڑے بڑے انعامات کی وجہ سے ہے۔ یہ سب جانتے ہیں کہ مقروض آدمی کی رات فکر اور غم میں گزرتی ہے اور دن میں اسے ذلیل و خوار ہونا پڑتا ہے اسی لئے رسول اللہ ﷺ دعاؤں میں اکثر یہ مانگا کرتے تھے کہ:

اللهم اعوذبک من الماثم والمغرم

''اے اللہ میں گناہ اور قرض سے تیری پناہ چاہتا ہوں'' اور جب حضور ﷺ سے کہا گیا کہ آپ قرض سے بہت پناہ چاہتے ہیں' تو انہوں نے فرمایا: **ان الرجل اذا غرم حدث فکذب ووعد فاخلف** (۹) ''قرض دار ہونے کے بعد آدمی جھوٹ بولتا ہے اور وعدہ کر کے اس کو پورا نہیں کرتا''

بلکہ ہم نے یہ بھی دیکھا کہ بعض لوگ سودی بنکوں سے قرض لے کر اپنے آپ کو سوچے سمجھے اس چنگل میں ڈال دیتے ہیں اور وہ چیز خریدتے ہیں جس کی ان کو ضرورت نہیں ہوتی' جن کا

☆ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا سن ولادت ۱۶۴ ہجری اور سن وصال ۲۴۱ ہجری ہے ☆

شمار ضروریات زندگی میں نہیں عیاشی میں ہوتا ہے۔اس سے بھی زیادہ یہ ہوتا ہے کہ ان کے پاس اسی طرح کی چیز پڑی ہوتی ہے لیکن وہ لالچ میں آ کر اور خرید لیتے ہیں اس مسلسل ترغیب کے دباؤ کے زیر اثر ان کا ارادہ کمزور پڑ جاتا ہے اور وہ سر تسلیم خم کر لیتے ہیں۔

ہمارے ہاں مشہور بات یہ ہے کہ سب سے اچھی کمائی ان تاجروں کی کمائی ہے جو بیچتے وقت اپنی چیز کی تعریف نہیں کرتے اور خریدتے وقت خریدی ہوئی چیز کی مذمت نہیں کرتے لیکن یہ (مغربی)لوگ جب بیچتے ہیں تو اپنی چیزوں کی بے حد تعریف کرتے ہیں اور دوسروں کی چیزوں میں کیڑے نکالتے ہیں یہاں تک کہ پرانی چیزوں کی بھی مذمت کرتے ہیں تاکہ لوگ اپنی پرانی چیزیں چھوڑ کر نئی چیزیں خریدیں۔ شریعت کے اصولوں میں سے ہے کہ جو راستہ حرام کا ذریعہ بنتا ہے وہ بھی حرام ہوتا ہے اور حرام کی طرف لے جانے والے راستے کا سد باب لازمی ہے اور کیونکہ یہ بڑے بڑے انعامات اسراف اور مذموم قرض لینے پر اکساتے ہیں جو شریعت کی رو سے حرام ہے تو اس فساد کے راستے کا سد باب واجب ہو جاتا ہے اور اس قسم کے تصرف یا معاملے کی حرمت کا فتوی دینا چاہیے تاکہ مسلمانوں کے مال و اخلاق کی حفاظت کی جا سکے۔

۵: ہم ایک منفرد امت ہیں

آخری وجہ یہ ہے کہ ہماری امت کا تشخص دوسروں سے منفرد ہے کیونکہ یہ خصوصی صفات کی حامل ہے اللہ تعالیٰ نے ہمیں آگے چلنے کے لیے پیدا کیا ہے دوسروں کا دم چھلا بننے کے لئے نہیں، اس لیے یہ کسی طرح نہ مطلوب ہے اور نہ مقبول کہ ہم مغرب کے اصول و معالات ویسے ہی اپنالیں اور ان کو اپنے معاشرے میں لے آئیں خواہ یہ ہماری اقدار طریقوں اور شریعت کے احکامات سے مختلف ہی کیوں نہ ہوں بلکہ ہم پر واجب ہے کہ ہم مغرب کی نقالی کرتے وقت اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور ان کی اندھی تقلید سے بچیں کیونکہ اس چیز سے ایک صحیح حدیث نے ہمیں منع کیا ہے۔(۱۰)

خلاصہ: ہمارے مسلمان معاشرے میں انعامات کا یہ طریقہ باہر سے برآمد کیا گیا ہے، اس سے

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ علیہ کا قول ہے کہ : تمام لوگ فقہ میں امام ابو حنیفہ (رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ) کے پروردہ ہیں

عاشرے کو فائدہ نہیں پہنچتا بلکہ اس سے فائدہ صرف تاجروں کا ہوتا ہے جو ان انعامات کے ریعے زیادہ سے زیادہ کماتے ہیں اور ان چند لالچیوں کا جو صرف اپنی قسمت کی بناء پر اس قسم کے عام جیت لیتے ہیں کا فائدہ ہے۔

حواشی

۔ یہ حدیث امام احمد نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے (۹۱/۲)

۔ امام بخاری نے حضرت عروۃؓ سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت زبیرؓ کو بنو نضیر کی زمینوں میں سے ایک قطعہ اراضی دیا تھا۔

۔ امام مسلم نے حضرت ابو ہریرۃؓ سے روایت کی ہے (۱۰۱۵) اور یہ حدیث صحیح ترمذی میں بھی موجود ہے۔ (۲۹۸۹)

۔ امام احمد نے اس حدیث کا ذکر اپنی مسند میں کیا ہے (ج ۱ :۳۸۷) لیکن الشیخ شاکر نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔

۔ یہ حدیث سنن ابوداؤد میں (۴۹۳۸) اور سنن ابن ماجہ میں بھی (۳۷۶۲) موجود ہے۔

۔ یہ حدیث صحیح مسلم میں (۲۲۶۰) اور سنن ابوداؤد میں بھی (۴۹۳۹) موجود ہے۔

۔ اللؤ لؤ والمرجان (۲۸)

۔ امام بخاری نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہے (۲۸۹۳)

۔ اللؤ لؤ والمرجان (۳۴۵)

۔ اس حدیث کا پورا متن یوں ہے: ''یقیناً تم لوگ اپنے سے پہلے لوگوں کے طور طریقوں کی لشت بہ بالشت اور گز بہ گز پیروی کرو گے حتی کہ اگر وہ گوہ کے بل میں داخل ہوئے تو تم اس میں بھی ن کی پیروی کرو گے۔'' ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ: کیا یہود و نصاریٰ کی؟ آپ ﷺ نے رمایا: تو اور کس کی؟ یہ حدیث متفق علیہ ہے (۱۷۰۸)

(بہ شکریہ ماہنامہ دعوۃ، اسلام آباد)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ: ☆ قانونِ شریعت ہی کا دوسرا نام فقہِ اسلامی ہے ☆

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]